محمد حنیف ندوی

مرجئہ کے عقائد

ایک بے انتہا اہم بحث

ایمان سے متعلق مرجئہ کا اختلاف بارہ فرقوں پر منتج ہوا۔

ان میں کا پہلا فرقہ یہ سمجھتا ہے کہ ایمان باللہ کے معنی صرف معرفت باللہ، یا اللہ کو پہچاننے کے ہیں۔ اس کے رسولوں کو جاننے کے ہیں۔ اور ان تمام تعلیمات کے ادراک کے ہیں جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئیں۔ اور معرفت کے سوا جہاں تک اقرار باللسان، خضوع قلب، اللہ اور اس کے رسول کی محبت و توقیر۔ یا ان کی مخالفت کا خوف اور اعمال مجہولہ کا تعلق ہے تو یہ دائرہ ایمان میں داخل نہیں۔ اسی طرح ان کا کفر کے بارہ میں یہ خیال ہے کہ وہ جہل باللہ کا نام ہے۔ یہ 'جہم بن صفوان' کا قول ہے۔

جہمیہ کی یہ بھی رائے ہے کہ اگر کوئی انسان اس معرفت سے بہرہ مند ہے۔ لیکن زبان سے انکار کرتا ہے تو صرف اس انکار کی وجہ سے اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ درجات ایمان میں کمی بیشی نہیں اور یہ کہ ایمان کا محل و موضوع قلب ہے جوارح نہیں۔

٢۔ دوسرے فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمان باللہ صرف اللہ کو جاننے کا نام ہے، اور کفر اس کو نہ جاننے سے تعبیر ہے۔ لہٰذا ایمان باللہ کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ یہ معرفت باللہ کی صورت ہے۔ اور حقیقت کفر کے معنی اس سے مختلف نہیں کہ یہ اللہ کو نہ جاننے کے مترادف ہے۔

بنابریں اگر کوئی شخص زبان سے تثلیث کا اقرار کرتا ہے تو صرف یہ اقرار کفر نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ اس نوع کا یہ اقرار کافر ہی کا شیوہ ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ سبحانہ نے اس طرح کے اقرار کرنے والے کو کافر گردانا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلمہ کسی کافر ہی کے منہ سے نکل سکتا ہے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ معرفت باللہ کے معنی اللہ کے باب میں محبت و خضوع روا رکھنے کے ہیں۔ ان کے خیال میں ایمان باللہ، ایمان بالرسول کو مستلزم نہیں۔ ان کی رائے ہیں رسول پر ایمان لانے کے یہ معنی نہیں کہ اس کے بغیر ایمان باللہ کا تقاضا پورا نہیں ہوتا بلکہ رسول پر ایمان لانا اس بنا پر ضروری ہے کہ خود پیغمبر نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

من لا یومن بی فلیس بمومن باللہ۔

جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ اللہ پر بھی ایمان لانے والا نہیں۔

ان کا یہ بھی خیال ہے نماز کا شمار عبادات میں نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ اصل عبادت اللہ پر ایمان رکھنا ہے، اور ایمان معرفت الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ ایمان کے بارہ میں ان کی یہ رائے ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی اور یہ کہ یہ ایک ہی وصف و خصلت سے تعبیر ہے۔ اور بعینہٖ یہی حال کفر کا بھی ہے۔ اس قول کا قائل "ابوالحسین الصالحی" ہے۔

۳۔ ان میں کا تیسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ ایمان باللہ کے معنی اللہ کو پہچاننے کے ہیں۔ اس کے حضور خضوع اختیار کرنے کے ہیں اور اس کے سامنے کبر و غرور سے دست بردار ہونے اور اس کے ساتھ محبت رکھنے کے ہیں۔ جس میں یہ خصائل جمع ہو جائیں وہ مومن ہے۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ شیطان کو اللہ کا عرفان حاصل تھا۔ مگر وہ کبر و غرور کی وجہ سے کفر کا مستوجب ہوا۔ یہ قول 'یونس اسمری' کے بعض ماننے والوں کا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان اگرچہ ان تمام اوصاف کو اپنائے بغیر مومن نہیں ہوسکتا جن کا ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص ان میں سے ایک وصف کو بھی ترک کر دیتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ یونس اس بات کا قائل نہیں تھا۔

۴۔ ان میں کا چوتھا فرقہ 'اصحاب ابی شمر' اور 'یونس' کے ماننے والوں پر مشتمل ہے۔ ان کی رائے

میں ایمان باللہ کے معنی اللہ کو پہچاننے، اس کے حضور خضوع اختیار کرنے اور اس سے دلی رشتہ محبت استوار کرنے کے ہیں۔ یہی نہیں اس کے پہلو بہ پہلو زبان سے اس کا اقرار بھی کرنا ہوگا۔ اور یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ کوئی بھی اللہ کا مثل اور ساجھی نہیں ہے۔ ایسا شخص اس وقت تک دائرۂ ایمان میں رہے گا جب تک کہ اس کے خلاف حجت انبیاء قائم نہ ہو۔ اور اگر اس کے خلاف حجت انبیاء قائم ہو جائے۔ تو پھر اقرار باللہ یا تصدیق و معرفت سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں۔ ایسا شخص دائرۂ ایمان میں داخل نہیں رہ سکتا۔ یہ لوگ بیان کردہ ایک ایک خصلت پر یا بعض خصائل پر ایمان کا اطلاق نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک ایمان کے لیے تمام خصائل کا بیک وقت جمع ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اگر کسی شخص میں یہ سب کی سب جمع ہو جائیں تو یہ کہیں گے کہ اب ایمان کا اطلاق صحیح ہوا۔ ان کے خیال میں ایمان کا معاملہ بعینہٖ اسی طرح کا ہے جس طرح مثلاً ابلق گھوڑا ہے کہ اگر اس کی جلد پر ایک دو سیاہ داغ ہیں تو صرف اس سے وہ 'ابلق' نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ اس وقت ابلق کہلائے گا جب اس کی جلد پر سیاہ داغ اور سفید چتے ایک خاص مقدار میں جمع ہو جائیں گے۔ یہی حال اونٹ اور کتے کا ہے۔ اسے بھی ایسی صورت میں بَقَعْ یعنی چتکبرا کہا جائے گا جب سیاہ داغوں اور چتوں کا ایک مخصوص تناسب پایا جائے۔ ان کے نقطۂ نگاہ سے اگر کوئی شخص ان تمام خصال سے دامن کش ہو جاتا ہے تب بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان میں کسی ایک کو چھوڑ دیتا ہے تب بھی کافر ہو جاتا ہے یہ فرقہ بھی دوسرے مرجئہ کی طرح ایمان کے معاملہ میں کمی بیشی کا قائل نہیں۔

ابی شمر سے یہ قول مروی ہے کہ میں کسی شخص کو علی الاطلاق منافق نہیں کہتا۔ میری رائے میں یہ کہنا چاہیے کہ یہ شخص فلاں بات میں منافق ہے۔ یا اس کا فلاں عمل منافقانہ ہے۔

محمد بن شبیب اور عباد بن سلیمان نے 'ابی شمر' کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایمان سے اللہ کی معرفت، اس کا اقرار اور ان احکام کو تسلیم کرنے کا نام ہے جو اس کی طرف سے نازل ہوئیں۔ نیز اس کے قانون عدل کی معرفت بھی ایمان میں داخل ہے۔ قانون عدل سے اس کی مراد عقیدہ قدر کی تاکید ہے۔ اس کے نزدیک قدر سے متعلق اس حصہ کو بھی ماننا ضروری ہے جو منصوص ہے اور

اس حصہ کو بھی جو بطور استدلال عقلی کے مستنبط ہے جس سے کہ اس کے تقاضائے عدل کا اثبات ہوتا ہو۔ خدا کی توحید پر ایمان رکھنا اور تشبیہ کی نفی کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ سب چیزیں ایمان سے تعلق رکھنے والی ہیں۔ اللہ کا جاننا ایمان ہے اور اس کے بارہ میں شک کرنا کفر ہے۔ اور جو شخص ایسے شخص کے ایمان میں شک اور تردد میں گرفتار رہے۔ جو شک میں مبتلا ہے۔ تو وہ بھی ابدی کافر ہے۔ یہ لوگ تنہا معرفت کو ایمان نہیں گردانتے جب تک کہ اس کے ساتھ اقرار باللسان شامل نہ ہو۔ لہذا جب معرفت واقرار دونوں جمع ہوں گے تب ایمان کا اطلاق ہو سکے گا۔

۵۔ ان میں کا پانچواں فرقہ 'اصحاب ثوبان' کے نام سے موسوم ہے۔ ان کے نزدیک ایمان اللہ اور اس کے رسولوں کو ماننے کا نام ہے۔ رہی وہ باتیں جن پر عقلی نقطۂ نظر سے عمل ضروری ضروری ہے یا جن کا ترک عقلی لحاظ سے جائز ہے تو یہ ایمان میں داخل نہیں۔

۶۔ مرجئہ کا چھٹا فرقہ یہ سمجھتا ہے کہ ایمان اللہ اور اس کے رسولوں کی معرفت اور متفق علیہ فرائض کی پہچان ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے سامنے خضوع اور اقرار باللسان سے تعبیر ہے۔ اب اگر کوئی شخص ان باتوں میں سے کسی بات کو نہیں جانتا ہے تو اس پر حجت قائم ہو گئی۔ یا اگر جانتا ہے لیکن اقرار نہیں کرتا ہے تو یہ ارتکاب کفر ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم ان میں ایک ایک خصلت یا خوبی کو ایمان قرار نہیں دیتے جیسا کہ اس سے پہلے ہم 'ابی شمر' کے سلسلہ میں کہہ چکے ہیں۔ ان کی یہ رائے ہے کہ یہ خصال جن کو ہم ایمان سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر سب کی سب وقوع پذیر ہوں گی تو ان میں ایک ایک خصلت اطاعت قرار پائے گی۔ لیکن اگر ایک خصلت پر عمل ہوا، اور ایک ترک ہو گئی تو اس صورت میں اس کو اطاعت نہیں کہیں گے۔ مثلاً اگر کوئی شخص تنہا معرفت باللہ سے بہرہ مند ہوا، مگر اقرار سے محروم رہا تو یہ اطاعت میں داخل نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے ان تمام چیزوں پر کلیتہً ایمان لانے کو کہا ہے۔ اور اس کو امر واحد ٹھہرایا ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص ان سب پر عمل پیرا نہیں ہوتا تو وہ دائرۂ اطاعت میں داخل نہیں سمجھا جائے گا۔ ان کی رائے میں ان سب خصال کا ترک کفر ہے۔ کسی ایک خصلت کا نہیں۔ ان کی رائے میں لوگ درجہ ایمانی میں

ایک دوسرے سے بڑھ سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص ایمان باللہ اور تصدیق کی کیفیتوں میں کہیں بڑھ چڑھ کر ہو۔ ان کی رائے میں ایمان میں تفاضل کو مدد ہے یا نقص اور کمی ممکن نہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص وصف ایمانی سے متصف ہے تو صرف کفر ہی اس وصف کو مٹا سکتا ہے۔ اور کوئی معصیت نہیں۔ یہ آخری رائے "حسین بن محمد النجار" اور اس کے ماننے والوں کی ہے۔

۷۔ ان میں کا ساتواں فرقہ "الغیلانیہ" ہے جو اصحاب غیلان پر مشتمل ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ ایمان ایسی معرفت باللہ کو کہتے ہیں جو نظر و استدلال کی رہین منت ہو۔ اور اس میں محبت و خضوع اور ان تمام حقائق کا اقرار بھی شامل ہے جن کو رسول نے پیش کیا اور جو اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ معرفت کے لیے نظر و استدلال کی شرط اس بنا پر اس نے عائد کی ہے کہ اولیں معرفت جو بغیر نظر و استدلال کے حاصل ہوتی ہے کسی کے بس میں نہیں اسی وجہ سے اس کو ایمان کے لیے ضروری نہیں ٹھہرایا۔

محمد بن شبیب نے "غیلانیہ" کے بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ یہ لوگ اس معاملہ میں "شمریہ" کے ہم نوا ہیں۔ کہ خصائل ایمان میں سے کسی ایک خصلت کا پایا جانا نہ تو ایمان ہے اور نہ اس کو بعض ایمان ہی کہا جا سکتا ہے اور یہ کہ ایمان کمی بیشی کا متحمل نہیں۔ علم کے بارہ میں یہ شمریہ سے اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ جان لینا ضروریات عقلی میں سے ہے کہ اس عالم کی تمام اشیاء پیدا شدہ اور محدث ہیں۔ اور یہ کہ ان کے پیدا کرنے میں اللہ کی تدبیر و حکمت کو دخل ہے۔ مگر اس کے بارہ میں یہ رائے رکھنا اور جاننا کہ اللہ ایک ہے، دو یا دو سے زیادہ پر اس کا اطلاق نہیں ہو پاتا۔ سراسر اکتساب سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح ان کے ہاں آنحضرتؐ کے بارہ میں یہ علم رکھنا بھی اکتسابی نوعیت کا حامل ہے کہ آپؐ نبی ہیں اور آپؐ پر اللہ کی طرف سے کچھ حقائق نازل ہوئے ہیں۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ایمان میں صرف وہی چیزیں داخل ہیں جو تمام مسلمانوں کی رائے میں منصوص ہیں۔ استدلالی و استخراجی مسائل کو یہ لوگ ایمان قرار نہیں دیتے۔

یہ سب لوگ قمریہ، جہمیہ، غیلانیہ اور بخاریہ، جن کے اقوال ہم نے نقل کیے ہیں، اس بات کے منکر ہیں کہ کفار میں بھی ایمان پایا جاتا ہے۔ یا ان میں بھی ایمان کی کوئی رمق موجود ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ایمان میں کمی بیشی یا تبعیض ممکن نہیں۔

'زرقان' نے غیلان کے اس عقیدہ کا ذکر کیا ہے کہ ایمان صرف اقرار باللسان اور تصدیق کا نام ہے۔ معرفت باللہ اس میں داخل نہیں کیونکہ اس کے نزدیک معرفت اللہ کا فعل ہے بندے کے بس کی بات نہیں۔ اس کے اس دعویٰ کی بنیاد اس امر پر بھی ہے کہ از روئے لغت ایمان تصدیق ہی کو کہتے ہیں۔

۸۔ ان میں کا آٹھواں فرقہ "محمد بن شبیب" کے ماننے والوں کا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمان کا جن چیزوں پر اطلاق ہوتا ہے وہ یہ ہیں، اقرار باللہ، اور اللہ کے بارے میں یہ جاننا کہ وہ ایک ہے اور کوئی بھی اس کا مثل نہیں۔ اسی طرح انبیاء اور رسل پر ایمان لانا، اور ان کے بارہ میں علم رکھنا، اور ان تمام تعلیمات کو تسلیم کرنا جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا منصوص ہو۔ اور مسلمانوں نے جن کو آں حضرتؐ سے روایت کیا ہو۔ جیسے نماز، روزہ اور اسی طرح کی سب باتیں کہ جن میں کوئی اختلاف اور جھگڑا نہ پایا جائے۔ اور وہ باتیں کہ جن میں لوگ اختلاف رائے رکھتے ہیں، ان کا انکار کفر نہیں ہے کیونکہ یہاں دو چیزیں بالکل الگ الگ ہیں، ایمان اور استخراج۔ اب جہاں تک استخراج یا ان مسائل کا تعلق ہے جن کو بطور استنباط کے معلوم کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ ان کو نہ تو رسول اللہ کی ان تعلیمات پر لوٹایا جا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں۔ اور نہ ان روایات ہی میں ان کو تلاش کیا جا سکتا ہے جن کو مسلمانوں نے نقل کیا (لہذا ان کا انکار مترادف کفر نہیں ہو سکتا)۔

خضوع سے مراد ترک استکبار ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ابلیس اللہ کو پہچانتا تھا اور اس کو تسلیم بھی کرتا تھا۔ اس کے کفر کی وجہ کبر و غرور ہے۔ اگر وہ کبر و غرور کا اظہار نہ کرتا تو کافر نہ ہوتا ایمان کے بارہ میں یہ لوگ کمی بیشی کے قائل ہیں۔ یہ اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ایمان کی کسی ایک خصلت پر عمل پیرا ہونا، بجائے خود طاعت میں داخل ہے۔ اور ایمان کا حصہ اور جزو ہے۔

لیکن اس طرح کا آدمی اس بنا پر کافر ہے کہ اس نے ایمان کے دوسرے اجزا کو ترک کر دیا ہے۔ ان کے نقطۂ نظر سے مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام خصائل ایمان کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔ ان کے نزدیک اگر ایک شخص اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ خدا ایک ہے اور کوئی اس کا مثیل نہیں۔ لیکن انبیاء پر ایمان نہیں رکھتا تو مجرد اس انکار سے یہ دائرہ اسلام سے خارج رہے گا۔ یہ صحیح ہے کہ اس میں جہاں تک اللہ کو پہچاننے اور ماننے کا تعلق ہے۔ ایمان کا ایک جز موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو مکلف ٹھہرایا ہے کہ ان میں کا ہر ہر شخص اس کو جانے اور تسلیم کرے۔ لیکن یہ اگر جانتا پہچانتا ہے اور اقرار نہیں کرتا۔ یا اقرار بھی کرتا ہے۔ مگر انبیاء کو تسلیم نہیں کرتا تو دونوں صورتوں میں اس کا ایمان ادھورا رہ جائے گا۔ اس لیے کہ جب حکم یہ ہے کہ تمام خصائل ایمان کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور اس نے اس حکم کو نہیں مانا۔ تو گویا اس نے ایمان کا صرف ایک جز ہی حاصل کیا۔

محمد بن شبیب اور وہ تمام مرجئہ جن کا ہم نے ذکر کیا یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اہل صلوٰۃ جو اللہ کو پہچاننے والے اور اقرار کرنے والے ہیں، اور اللہ کے پیغمبروں کو تسلیم کرتے ہیں، اگر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں تو اس کے باوجود وہ اس لحاظ سے مومن ہی رہیں گے کہ ایمان کی دولت ان سے کبھی بھی چھنی نہیں۔ اور اس اعتبار سے فاسقوں میں شمار ہوں گے کہ انھوں نے بہر حال فسق کا ارتکاب کیا۔

۹۔ المرجئہ میں سے نواں فرقہ ابو حنیفہ اور ان کے ماننے والوں پر مشتمل ہے۔ ان کی رائے میں ایمان میں جو چیزیں داخل ہیں وہ یہ ہیں، معرفت باللہ اور اللہ کا اقرار، انبیاء کی معرفت، اور ان تعلیمات کا فی الجملہ اقرار جو ان پر اللہ کی جانب سے نازل ہوئی ہیں۔ تفصیلات کی وضاحت اس میں شامل نہیں۔

ابو عثمان الادمی کی روایت ہے کہ ابو حنیفہ اور عمر بن عثمان الشمزی مکہ میں ایک دوسرے سے ملے۔ عمر نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ بتائیے کہ ایسا شخص مومن ہے یا نہیں جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلا شبہ سؤر کھانے سے روکا ہے مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ جس سؤر سے اللہ نے روکا ہے، آیا

وہ یہی ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور حیوان ہے۔ ابو حنیفہ نے جواب دیا مومن ہے۔ عمر نے دوسرا سوال یہ پیش کیا۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ یقیناً اللہ نے حج کو فرض ٹھہرایا ہے۔ مگر وہ نہیں کہہ سکتا کہ کعبہ یہی ہے جہاں حج کے لیے جانا ہے یا کوئی اور مقام ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا۔ ایسا کہنے والا بھی مومن ہے۔ اس نے پھر سوال کیا۔ اور ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عہدۂ رسالت سے نوازا ہے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ محمدؐ، محمدؐ بن عبداللہ ہیں یا کوئی حبشی ہے۔ ابو حنیفہ نے وہی جواب دہرایا۔ اور کہا یہ بھی مومن ہے۔ گویا "ابو حنیفہ" نے کسی ایسی شئے کو ایمان قرار نہیں دیا کہ جس کا تعلق تخریج و استدلال سے ہے۔ ابو حنیفہ کی یہ بھی رائے ہے کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اور کسی شخص کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایمان میں دوسروں سے بڑھا ہوا ہے۔

غیلان اور "ابو حنیفہ" کے اکثر ماننے والے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایمان اقرار سے تعبیر ہے۔ محبت الٰہی اور تعظیم الٰہی کو کہتے ہیں۔ اور اللہ کے خوف اور اس کے حقوق کے بارہ میں ترک استخفاف کا نام ہے اور یہ کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

۱۰۔ مرجئہ کا دسواں فرقہ ابی معاذ "التومنی" کے ماننے والوں پر مشتمل ہے۔ ایمان کے بارہ میں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ اس حقیقت کو کہتے ہیں جو کفر سے محفوظ رکھے اور یہ متعین خصال سے تعبیر ہے۔ اور اگر کوئی شخص ان تمام خصال کو ترک کر دیتا ہے یا ان میں سے بعض کے ترک کا مرتکب ہوتا ہے تو کافر ٹھہرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان وہ خصلتیں ہیں جن سب کو، یا جن میں سے بعض کو ترک کر دینے سے کفر لازم آتا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک خصلت کو ایمان یا ایمان کا حصہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور وہ طاعت جس کے ترک پہ باجماع مسلمین کفر لازم نہیں آتا، ایسی شریعت ہے جس کا ایمان سے گہرا تعلق ہے۔ اور یہ شریعت اگر فرض ہے تو اس کا تارک فسق کا مرتکب ہوگا۔ لیکن اس کو فاسق نہیں کہا جائے گا۔ اور کبائر کے ارتکاب سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ جب تک کہ انکار نہ کرے۔ اور وہ شخص جو

فرائض مثلاً نماز، روزہ، اور حج کے ترک کے ساتھ ساتھ، اظہار انکار بھی کرتا ہے۔ اور تردید و استخفاف سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ بلاشبہ اللہ کا منکر اور کافر ہے۔ لیکن اس کا یہ کفر، انکار، تردید، اور استخفاف کی بناپر ہوگا، ترک کی بنا پر نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی شخص ان کا تارک تو ہے مگر منکر نہیں، بلکہ کاموں میں پھنسا ہوا ہے۔ اور ٹال مٹول کا شکار ہے۔ اور دل کو یوں تسلی دینے میں مصروف ہے کہ اس کام سے فارغ ہولوں تو نماز پڑھوں، یا ذرا کھیل کود سے نمٹ لوں تو نماز پڑھوں۔ ایسا شخص کافر نہیں کیونکہ اس کا ارادہ بہرحال یہ ہے کہ وہ دن کو کسی وقت نماز پڑھ لے۔ ہاں اس کو فسق سے ضرور متصف کیا جائے گا۔ ابو معاذ التومنی کا عقیدہ تھا کہ اگر کوئی شخص کسی نبی کو قتل کر دے، یا اس کے منہ پر تھپڑ مار دے تو کافر ہو جائے گا۔ لیکن یہ کفر قتل یا تھپڑ مارنے کی وجہ سے نہیں ہوگا۔ بلکہ اس بناپر ہوگا کہ اس نے نبی کی توہین کی ہے اور اس کے خلاف دل میں بغض و عداوت کے جذبات کی پرورش کی ہے۔ اس کی یہ بھی رائے تھی کہ جو لوگ کبائر کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے فسق سے متصف ہوتے ہیں۔ یہ نہ تو اللہ کے دشمنوں کی صف میں داخل ہیں، اور نہ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو اس کے دوست ہیں۔ تمام مرجئہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کسی بھی کافر میں ایمان باللہ پایا نہیں جاتا۔

۱۱۔ مرجئہ کا گیارھواں فرقہ بشر المریسی کے ماننے والوں پر مشتمل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے۔ کیونکہ لغت عربی میں ایمان انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا جو ایمان تصدیق سے تہی ہے وہ ایمان ہی نہیں۔ اس کی رائے میں تصدیق قلب اور زبان دونوں سے ہوتی ہے۔ "ابن السراوندی" کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ ابن السراوندی کا قول ہے کہ کفر انکار اور عقیدہ کو چھپانے سے تعبیر ہے۔ اور کفر وہی ہوگا جس کو لغت میں کفر کہا جائے۔ اسی طرح ایمان کا اطلاق بھی اسی شئے پر ہوگا جس کو لغت ایمان قرار دے۔ اس کا خیال تھا کہ آفتاب کو سجدہ کرنا براہ راست کفر نہیں بلکہ اس کو علامت کفر کہا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ آفتاب کو وہی شخص سجدہ کرتا ہے جو کافر ہے۔

۱۲۔ ان میں کا بارھواں فرقہ کرامیہ کہلاتا ہے۔ یہ 'محمد بن کرام' کی طرف منسوب ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمان صرف اقرار باللسان، اور تصدیق باللسان کو کہتے ہیں۔ تصدیق بالقلب اس میں

داخل نہیں۔ یہ اس بات کے منکر ہیں کہ تصدیق باللسان کے علاوہ دل سے اللہ کو پہچاننا یا ماننا بھی ایمان ہے۔ ان کے نقطۂ نظر سے آں حضرتؐ کے زمانہ میں جو منافق تھے وہ درحقیقت مومن ہی تھے۔ ان کے نزدیک ایمان کی طرح کفر بھی انکار باللسان سے تعبیر ہے۔

اہل قبلہ میں سے اگر کوئی شخص فسق کا مرتکب ہو تو اسے فاسق کہا جائے گا یا نہیں۔ مرجیہ میں سے کچھ لوگ اسے فاسق کہنے کے حق میں ہیں۔ اور کچھ لوگ اس کو فاسق نہیں کہتے۔

کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ کو علی الاطلاق فاسق نہیں کہنا چاہیے۔ ہاں یہ کہنا چاہیے کہ اس نے فلاں معاملہ میں فسق کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جو اس کو علی الاطلاق فاسق گردانتے ہیں۔

کفر کی حقیقت کیا ہے؟ مرجیہ کے اس بارے میں سات فرقے ہیں۔

۱۔ ان میں کا پہلا فرقہ تو یہ سمجھتا ہے کہ کفر ایک ہی خصلت سے تعبیر ہے اور وہ ہے جہل باللہ۔ اور اس کا تعلق قلب سے ہے۔ انھیں 'جہمیہ' کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرا فرقہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ کفر کا تعلق کئی خصال سے ہے۔ اور یہ قلب سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی۔ ان کے نزدیک جہل باللہ کفر ہے۔ اور اللہ کے خلاف بغض رکھنا اور اس کے سامنے کبر و پندار کا اظہار کرنا بھی کفر ہے۔ اسی طرح اللہ کو، اور اس کے رسولوں کو جھٹلانا، بھی دائرۂ کفر میں شامل ہے۔ چاہے یہ قلب سے ہو۔ چاہے زبان سے ہو۔ جحود و انکار، یا ان کی نبوت کی نفی کرنا بھی کفر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالٰی کا استخفاف، اور اس کے رسولوں کا استخفاف، اور توحید کو چھوڑ کر ثنویت یا تثلیث کی طرف مائل ہونا۔ یا اس سے بڑھ کر کسی گمراہی میں مبتلا ہونا بھی کفر ہے۔ اس عقیدہ کے قائلین کا کہنا ہے کہ کفر کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو قلب سے ہو۔ اور یا پھر زبان سے ہو۔ دوسرے اعضا کے ذریعہ اس کا اظہار اس میں شامل نہیں۔ یہی حال بعینہٖ ایمان کا ہے۔ اس مسلک کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر کا قاتل، یا اس کو تھپڑ مارنے والا، اس بنا پر کافر نہیں ہو جاتا ہے کہ اس نے نبی کو قتل کیا یا تھپڑ مارا ہے۔ اس کے کفر

کی اصل وجہ استخفاف ہے۔ اسی طرح تارک صلوٰۃ، مجرد ترک سے کفر کا ہدف نہیں بنتا۔ بلکہ اس بنا پر کافر شمار ہوتا ہے کہ اس نے ترک صلوٰۃ کو حلال و جائز جانا۔ ان کے نزدیک ہر وہ شخص اللہ کا منکر ہے جو اس کی حرام ٹھہرائی ہوئی منصوص چیزوں کو حلال ٹھہرائے۔ یا جن کی حرمت کی تصریح آں حضرتؐ سے مروی ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، ان کو روا اور جائز سمجھے۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو ایسی بات کہے یا ایسا عقیدہ رکھے کہ جس سے باتفاق مسلمین کفر لازم آتا ہے۔ یعنی ان کے نقطۂ نظر سے ہر وہ فعل کفر ہے جس کے اختیار کرنے والے کو سب مسلمانوں نے کافر قرار دیا ہے۔ چاہے اس فعل کا اظہار قلب سے ہو۔ چاہے زبان سے ہو۔ اور چاہے کسی اور عضو و جارح سے ہو۔

۳۔ . . . .[۱]

۴۔ ان میں کا چوتھا فرقہ یہ رائے رکھتا ہے کہ کفر باللہ، اللہ کے انکار سے تعبیر ہے بشرطیکہ یہ انکار زبان سے ہو۔ ان کے خیال میں کفر کا تعلق صرف زبان سے ہے۔ دوسرے اعضا و جوارح سے نہیں۔ یہ "محمد بن کرّام" اور اس کے ساتھیوں کا عقیدہ ہے۔

۵۔ پانچواں فرقہ یہ سمجھتا ہے کہ کفر میں جحود و انکار، اور حق کو چھپانا، دونوں داخل ہیں، اور یہ کہ اس کا تعلق قلب اور زبان دونوں سے ہے۔

۶۔ چھٹا فرقہ اصحاب "ابی شمر" پر مشتمل ہے۔ ان کے عقائد کی تفصیل، ان کے اس عقیدہ کے ضمن میں گزر چکی ہے کہ جو شخص توحید و قدر کے مسئلہ میں ان کا ہم آہنگ نہیں ہے وہ کافر ہے۔

۷۔ ساتواں فرقہ "محمد بن شبیب" اور ان کے ماننے والوں کا ہے۔ ان کا عقیدہ بھی "ایمان" کی بحث میں گزر چکا ہے۔

مرجئہ کی اکثریت تاویل سے کام لینے والوں کو کافر نہیں ٹھہراتی بلکہ یہ انہی لوگوں پر فتویٰ کفر

---

[۱] اصل کتاب میں تیسرے فرقہ کی تفصیلات مذکور نہیں۔

لگاتے ہیں۔ جن کے کافر ہونے پر پوری امت متفق ہو۔

مرجیہ کا معاصی کے بارہ میں یہ اختلاف ہے کہ آیا انھیں کبائر میں شمار کرنا چاہیے یا نہیں۔ اس سلسلہ میں ان کے دو مسلک ہیں۔

۱۔ کچھ لوگ تو اس رائے کے ہیں کہ ہر وہ عمل جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو گناہ کبیرہ ہے۔ بشر مریسی وغیرہ اسی کے قائل تھے۔

۲۔ کچھ لوگ معاصی یا گناہوں کو 'کبیرہ' اور 'صغیرہ' کے دو خانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

مرجئہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بلاد اسلامیہ فی الواقع دارالامان ہیں۔ اور یہاں کے رہنے والوں سے وہی معاملہ روا رکھا جائے گا جو اہل ایمان سے روا رکھا جاتا ہے۔ سوا اس کے کہ کسی شخص سے خلاف ایمان کسی حرکت کا اظہار ہو۔

توحید پر بغیر نظر و استدلال کے ایمان کی نوعیت کیا ہے؟ آیا اس کو علم و ایمان سے تعبیر کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس کے بارہ میں دو گروہ ہیں۔

۱۔ ان میں کا پہلا گروہ یہ سمجھتا ہے کہ نظر و استدلال سے عاری توحید ایمان نہیں ہو سکتی۔

۲۔ دوسرے فرقے کی رائے میں توحید کو بغیر فکر و نظر کے مان لینا بھی ایمان ہے۔

ان اخبار کے بارہ میں کیا روش اختیار کرنا چاہیے جو ظاہر عموم پر مبنی ہوں، اور اللہ کی طرف سے ہوں۔ اس کے متعلق مرجئہ کے سات گروہ ہیں۔

۱۔ ان کے پہلے گروہ کا کہنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف مثلاً یہ خبر ہے کہ وہ قاتلین یا یتامیٰ کا مال از راہ ظلم کھا جانے والوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ یا ان سے ملتے جلتے لوگوں سے متعلق کوئی اطلاع

دے کہ جنھوں نے کسی نہ کسی صورت میں گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے۔ تو ہم ان کے بارے میں توقف سے کام لیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک لمن یشاء۔

اس گروہ کی اس سلسلہ میں دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو صادق ہونے کے ساتھ ساتھ کلیم بھی ہے یہ بالکل جائز ہے کہ ایک عام خبر دے، اور پھر اس سے جس کو چاہے مستثنیٰ قرار دے۔ اس صورت میں اسے اختیار ہے کہ چاہے تو اختیار سے دوچار کرے اور چاہے تو مستثنیٰ رکھے۔ اور اس استثنار کے باوجود وہ صادق ہی رہے گا۔ اگرچہ اس خبر کے مطابق عمل نہ کرے۔ اور عذاب میں بتلا نہ کرے۔ استثنار کی یہ رعایت از راہ لغت وعرف کوئی برائی نہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ جس طرح خبر میں عموم واضح ہے، اسی طرح استثنار بھی واضح ہے۔

۲۔ دوسرے گروہ کی رائے میں وعدہ وعید کی خبروں میں فرق ہے۔ چنانچہ جہاں تک وعدہ سے متعلق خبر کا تعلق ہے اس میں تو قطعی استثنار نہیں ہوتا۔ لیکن وعید کی آیات میں استثنار پہلے سے پنہاں ہوتا ہے۔ اور ان کے ہاں استثنار کی یہ نوعیت بالکل جائز ہے۔ چنانچہ بسا اوقات ایک آقا غلام سے کہہ بیٹھتا ہے کہ میں تمھیں ماروں گا۔ لیکن پھر اسے معاف کر دیتا ہے۔ اور اس استثنار کو جو پہلے سے وعید میں مضمر ہوتا ہے۔ یہ لوگ جھوٹ نہیں سمجھتے۔

۳۔ ان میں کا تیسرا گروہ جو توقف کا قائل ہے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جب کوئی خبر کسی سامع کو معلوم ہو اور وہ عموم لیے ہوئے ہو۔ چاہے اس کا تعلق وعدہ سے ہو چاہے وعید سے۔ اگر اس نے پورا قرآن نہیں سنا ہے تو اسے چاہیے کہ اس کو ان تمام لوگوں کے حق میں صحیح تسلیم کرے کہ جن کے حق میں یہ خبر دی گئی ہے۔ اور اس سلسلہ میں قطعاً شک میں مبتلا نہ ہو۔ اگرچہ ان کے نزدیک اس علم کے خلاف ممکن ہے۔ یہی حکم ان خبروں کا ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔ مثلاً اگر کسی ایسے مسلمان کے بارہ میں جس کا دینی مرتبہ جانا بوجھا اور قابلِ اعتماد ہے۔ کوئی شخص یہ رائے رکھتا ہے کہ اس کے پاس مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے کوئی اسلحہ نہیں ہے۔ تو وہ حق بجانب ہے۔ یا مثلاً جیسے علم الانساب کے ذریعہ ہمیں

یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ فلاں، فلاں کا بیٹا ہے۔ اور اس کے ہاں پیدا ہوا ہے۔ تو اس میں قطعاً کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ جب تک کہ اس کے بارہ میں شکوک وشبہات کو ابھارنے والے دوسرے اسباب نہ ہوں۔ ان ساری صورتوں میں علم و اطلاع کو ظاہری عموم ہی پر محمول کرنا چاہیے اور شک وشبہ سے دامن بچائے رکھنا چاہیے۔ اگرچہ یہ عین ممکن ہے کہ کہیں کہیں واقعہ اس کے خلاف ہو۔ بالخصوص جب کوئی شخص غائب ہو تو اس کے متعلق قدرتی طور پر شکوک ابھر سکتے ہیں۔ مگر جو موجود ہے اور ہمارے سامنے ہے۔ اس کے بارہ میں یہ لوگ شک وشبہ کو روا نہیں رکھتے۔

اس بنا پر ان کا یہ موقف ہے کہ جب وعد اور وعید علیحدہ علیحدہ مذکور ہوں تو ان دونوں کے متعلق الگ الگ عموم ثابت کرنا چاہیے۔ اور یہ جاننا چاہیے کہ اس عموم میں قطعی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ اگرچہ یہ بالکل جائز ہے کہ کہیں کہیں صورت حال اس کے خلاف واقع ہو چنانچہ جب وعید کے پہلو بہ پہلو کسی گروہ کے متعلق وعدہ بھی ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ ان میں کا ایک دوسرے سے ضرور مستثنیٰ ہے۔ چاہے وعدہ وعید سے مستثنیٰ ہو۔ اور چاہے وعید سے وعدہ مستثنیٰ ہو۔ اس صورت میں سامع کو رائے قائم کرنے میں توقف اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اہل توحید کے بارہ میں جو خبر و اطلاع مذکور ہے آیا اس کا تعلق سب اہل توحید سے ہے یا بعض اہل توحید سے ہے۔ ہاں یہ اسے البتہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایک ہی شخص کے حق میں وعدہ و وعید دونوں کا اتباع ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ دونوں باہم متناقض ہیں۔

۴۔ ان میں کا چوتھا گروہ "محمد بن شبیب" کے ماننے والوں کا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم لغت میں برابر اس طرح کے استعارات پاتے ہیں۔

جاء بنو تمیم	بنو تمیم آئے
جاءت الازد	بنو ازد آئے
صرمت ادضی	میں نے اپنی فصل کاٹی

اور ان سے عموماً مراد یہ ہوتا ہے کہ بنو تمیم اور بنو ازد میں سے کچھ لوگ آئے۔ اسی طرح فصل کاٹنے کے معنی

یہ ہوتے ہیں کہ فصل کا کچھ حصہ کاٹا۔ اس سے ملتا جلتا استعمال یہ بھی ہے۔

ضرب الامیر اهل السجن امیر نے قیدیوں کو مارا۔

اور اس کا مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ امیر نے بعض قیدیوں کو یہ سزا دی۔

اس بنا پر ان کا قول ہے کہ جب لغت اس طرح کے استعمالات کو جائز قرار دیتی ہے تو قرآن میں جہاں جہاں ایسی خبریں آئیں گی جو معنی کے لحاظ سے عموم لیے ہوئے ہوں، ہم یہی سمجھیں گے کہ ان سے مراد وہ خاص لوگ ہیں جو درحقیقت وعید کے مستحق ہیں۔ اس کے پہلو بہ پہلو ہم یہ بھی سمجھتے ہیں۔ کہ بعض مقامات میں یہ عموم قائم رہے گا۔ جیسے مندرجہ ذیل آیات اور اسی انداز کی دوسری آیات میں ہے۔

ومن یقتل مومنا متعمداً فجزاہ جھنم

ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلماً۔ الآیۃ ــــ

والذین یرمون المحصنات۔ الآیۃ ــــ

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس بنا پر کہ از روئے لغت یہ جائز ہے کہ آیت عام ہو اور معنی خاص ہو، ہم یہ سمجھیں گے کہ ان عمومات میں تخصیص بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس بنا پر ان کے عموم کو عموم ہی محمول کریں گے۔ کہ بعض مقامات میں عموم کو ان لوگوں کے حق میں خصوصیت سے قائم رکھا گیا ہے جنھوں نے قتل، تہمت تراشی یا بددیانتی سے یتیموں کا مال کھانے کا جرم کیا ہے اگرچہ ان میں بعض جرم ایسے ہیں جو نسبتہً زیادہ اہم اور بڑے ہیں۔

اس گروہ کے نزدیک یہ بات ہرگز جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نسبتہً ادنیٰ جرم پر تو سزا دے لیکن اس سے بڑے گناہ پر خط عفو کھینچ دے۔

۵۔ مرجئہ کے پانچویں گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اہل صلوۃ کے حق میں سرے سے کوئی وعید ہی نہیں۔ وعید کا تعلق صرف مشرکین سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے۔

ومن یقتل مومناً متعمداً۔

یا اس طرح کی دوسری آیات جن میں وعید کا ذکر ہے ان سے مراد وہ لوگ نہیں جو ان جرائم کا ارتکاب کریں بلکہ وہ ہیں جو ان کو حلال اور جائز سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ جہاں تک وعدہ وخوشخبری کا تعلق ہے مومنوں کے لیے ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں کبھی بھی وعدہ خلافی کرنے والا نہیں۔ اور اللہ کے لیے عفو اور درگذر سے کام لینا اولیٰ ہے۔ اسی طرح اس کے لیے یہ بھی اولیٰ ہے کہ اپنے بندوں کو وعدہ وخوشخبری سے نوازے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

والذین امنوا باللہ ورسولہ اولئک ھم الصدیقون ـــــ

قل یاعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسکم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جس طرح ارتکاب شرک کے بعد کوئی عمل فائدہ مند نہیں رہتا اسی طرح ایمان سے بہرہ مند ہونے کے بعد کوئی بُرائی نقصان پہنچانے والی نہیں۔ اور یہ کہ اہل قبلہ میں سے کوئی شخص بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔

۶۔ لغت کے ایک ماہر کا کہنا ہے کہ اللہ تعالےٰ جب کسی شخص سے ثواب واجر کا وعدہ کرتا ہے تو اُسے پورا کرتا ہے۔ اور اہل قبلہ میں جس کے بارے میں عقوبت وسزا کی خبر سناتا ہے۔ اس کو عقوبت وسزا سے دوچار نہیں کرتا۔ اور یہ بات اس کے کرم پر دلالت کناں ہے۔ اس کا خیال ہے کہ عرب ایفائے وعدہ کو اچھا سمجھتے تھے۔ لیکن وعید کے معاملہ میں عفو ودرگذر کے مداح تھے۔

۷۔ ان میں کا ساتواں گروہ یہ رائے رکھتا ہے کہ عمومات وعید میں قرآن اختصاص اور استثنار کو جائز قرار دیتا ہے۔ سوا ان امور کے کہ جن کے عموم پر اجماع ہو اور یہی حال امر و نہی کا ہے۔

اس امر میں مرجئہ کے مابین اختلاف رائے ہے کہ آیا امر و نہی میں عموم ہے؟ یا اس میں بھی خصوص و استثناء کی گنجائش ہے۔ اس سلسلے میں ان کے دو مسلک ہیں:

۱۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے، جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی بیان کیا ہے، کہ قرآن خصوص واستثناء کو جائز قرار دیتا ہے سوا اس صورت کے کہ قرائن عموم پر دلالت کناں ہوں۔

۲۔ دوسرے فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ امر و نہی کو عموم ہی پر محمول کیا جائے گا۔ الا یہ کہ قرائن خصوصیت پر دلالت کناں ہوں۔

کیا کفار ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے؟ اس میں مرجئہ کے دو گروہ ہیں۔

۱۔ ان میں پہلا فرقہ جو 'جہم بن صفوان' کے ماننے والوں سے تعبیر ہے یہ کہتا ہے کہ جنت و جہنم آخر آخر میں ختم ہو جائیں گے۔ اور اہل جنت یا اہل جہنم بھی فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ اور صرف اللہ کی ذات باقی رہ جائے گی۔ اسی طرح یکہ و تنہا جیسے کہ بلا شرکت غیرے پہلے تھی۔ اور یہ کہ اہل جنت کو جنت کو جنت میں، اور اہل جہنم کو، جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رکھنا جائز نہیں ہے۔ یہ رائے مسلمانوں کے اس متفق علیہ عقیدے کے خلاف ہے جو ان سے مروی ہے۔ چنانچہ سوا جہم کے تمام مسلمانوں کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ اہل جنت، جنت میں اور اہل جہنم، جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

مسلمانوں میں سے فاسق و فاجر قسم کے لوگوں کو اگر جہنم میں ڈالا گیا تو آیا انھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رکھا جائے گا یا نہیں؟ اس بارہ میں مرجئہ پانچ فرقوں میں منقسم ہیں۔

۱۔ پہلا فرقہ جو "بشر مریسی" کے ماننے والوں پر مشتمل ہے، یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اہل قبلہ کو چاہے فاسق و فاجر ہوں، محال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رکھے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ

ایسے لوگوں کو آخر آخر میں جنت میں داخل ہونا ہے۔" ابن الراوندی " کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

۲۔ ان میں کا دوسرا فرقہ جو "ابی شمر" اور "محمد بن شبیب" کی طرف منسوب ہے۔ یہ رائے رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو انھیں جہنم میں ڈالے۔ چاہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رکھے۔ اور چاہے ہمیشہ ہمیشہ نہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ تینوں صورتیں جائز ہیں۔

۳۔ تیسرے فرقے کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو جہنم کا مزا چکھائے گا۔ اور پھر آں حضرتؐ کی سفارش سے انھیں رستگاری عطا کرے گا۔ اور اس طرح یہ لامحالہ جنت میں جائیں گے۔

۴۔ چوتھا فرقہ جو "غیلان" کے پیروکاروں کا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حق پہنچتا ہے کہ ان کو عذاب سے دوچار کرے۔ یا عفو و درگذر سے کام لے۔ اور یا یہ کہ ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہ رکھے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو عذاب کا مزا چکھائے گا تو اس بنا پر کہ انھوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا۔ اسی طرح اگر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انھیں جہنم میں رکھے گا تو اس وجہ سے کہ انھوں نے ایسے کام کیے جو اس کا موجب بنے۔ اور اگر اس نے ان میں سے کسی ایک کو معاف کر دیا تو ان سب کو معاف کر دے گا کہ جن کا جرم اس نوعیت کا ہے۔

۵۔ ان میں کے پانچویں فرقہ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو عذاب دے چاہے تو عذاب نہ دے۔ اسی طرح اس کو حق پہنچتا ہے کہ انھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رکھے یا نہ رکھے۔ اس کو اس بات کا بھی اختیار ہے کہ کسی ایک کو تو عذاب کا مزا چکھائے، اور دوسرے کو معاف کر دے اگرچہ اس نے اسی قسم کے جرم کا ارتکاب کیا ہو۔ یہ ساری چیزیں اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ سے متعلق مرجئہ میں دو طرح کا اختلاف ہے۔

۱۔ ایک گروہ تو یہ سمجھتا ہے کہ ہر ہر معصیت گناہ کبیرہ ہے۔

۲۔ دوسرا گناہ کبیرہ و صغیرہ میں تقسیم کا قائل ہے۔

گناہ کبیرہ کی توبہ سے بخشش ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں دو رائیں ہیں۔

۱۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ سے کبائر پر خط عفو کھینچ سکتے ہیں۔ لیکن یہ بر بنائے استحقاق نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کو اللہ کے فضل و کرم سے تعبیر کیا جائے گا۔

۲۔ دوسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ توبہ کے بعد بخشش و عفو استحقاق کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

معاصی انبیاء سے متعلق مرجئہ دو گروہوں میں منقسم ہیں۔

۱۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ معاصی انبیاء کبائر میں شمار ہونے کے لائق ہیں۔

۲۔ دوسرا گروہ معاصی انبیاء کو صغائر کی صف میں رکھتا ہے۔ اور اس بات کا قائل ہے، کہ یہ کبائر میں داخل نہیں۔

اعمال میں وزن اور تعیین درجات کے سلسلہ میں مرجئہ کے دو گروہ ہیں۔

۱۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایمان اس عذاب کو ختم کر دیتا ہے جو فسق و فجور کی وجہ سے عائد ہوتا ہے اس لیے کہ ایمان کا وزن فسق و فجور سے کہیں زیادہ ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مومن کو عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ یہ "مقاتل بن سلیمان" کا قول ہے۔

۲۔ دوسرے گروہ کا قول ہے کہ موحدین کو بھی عذاب سے دوچار کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی جانچ پر کرے گا۔ اگر ان کی نیکیاں وزن میں برائیوں سے بڑھ گئیں۔ تو انھیں جنت میں جگہ ملے گی۔ اور اگر برائیوں کا پلڑا بھاری رہا تو پھر دو صورتیں ہیں۔ یا تو وہ انھیں سزا دے گا اور یا معاف کر دے گا۔ اور اگر صورت حال یوں ہوئی کہ نیکیاں اور برائیاں برابر سرابر رہیں تو پھر از راہ کرم اللہ انھیں جنت میں بھیج دیگا۔ یہ ابی معاذ کا عقیدہ ہے۔

متأول کافر ہے یا نہیں۔ اس بارہ میں مرجئہ کے تین فرقے ہیں۔

۱۔ پہلا فرقہ تو کہتا ہے کہ ہم تاویل کے اختلاف کو کفر پر محمول نہیں کرتے۔ اور صرف انھی لوگوں کو

کفر کا موجب ٹھہراتے ہیں جن کے کفر پر امت کا اجماع ہو۔

۲۔ دوسرا فرقہ جو "اصحاب ابی شمر" سے تعبیر ہے۔ ہر اس شخص پر فتویٰ کفر لگا دیتا ہے جو توحید و قدر کے مسئلہ میں ان کا ہم نوا نہ ہو۔ بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے اس کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔

۳۔ ان میں کا تیسرا فرقہ یہ سمجھتا ہے کہ کفر صرف جہل باللہ کا نام ہے۔ کیونکہ اللہ کا انکار وہی کرے گا جو اس کے معاملہ میں جہل و نادانی کا شکار ہو۔ یہ جہم بن صفوان کی رائے ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ حقوق العباد کو معاف کر سکتا ہے؟ اس پر مرجئہ دو گروہوں میں منقسم ہیں۔

۱۔ ان میں کے پہلے گروہ کا کہنا ہے کہ جہاں تک مظالم عباد کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو کی یہ صورت ہوگی کہ وہ اس کو اور اس کے خصم کو قیامت کے دن اپنے روبرو بلائے گا اور کہے گا کہ وہ ان مظالم کے عوض اس مظلوم کو کچھ نیکیاں عطا کرے، اور اس کے مقابلہ میں ظالم جرم کا سزاوار ٹھہرے۔ اس بنا پر وہ ان مظالم پر خط عفو کھینچ دے گا۔

۲۔ ان میں دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ از روئے عقل تمام قسم کے گناہگاروں کو معاف کر دینا جائز ہے۔ چاہے ان کا تعلق حقوق العباد سے تجاوز کرنے والوں سے ہو، اور چاہے ان لوگوں سے جنھوں نے حقوق اللہ کی نافرمانی کی ہے۔

مسئلہ توحید میں مرجئہ کئی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگ تو اس سلسلہ میں بعینہ وہی کچھ کہتے ہیں جو معتزلہ کہتے ہیں۔ اور کچھ تشبیہ کے قائل ہیں۔ ان مشبہ میں پھر تین گروہ ہیں۔

۱۔ مشبہ کا پہلا گروہ جو "مقاتل بن سلیمان" کے ماننے والوں پر مشتمل ہے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ کا جسم ہے۔ جثہ ہے اور انسانی شکل و صورت ہے۔ جس کے گوشت، خون، بال، ہڈی، جوارح، اعضاء سب ہیں۔ اس کا ہاتھ، پاؤں، سر اور دو آنکھیں بھی ہیں۔ وہ مصمت ٹھوس (جس میں کہیں خلا نہ ہو) ہے۔ لیکن ان صفات کے ہوتے ساتے بھی وہ نہ تو کسی کے مشابہ ہے اور نہ کوئی شئی

اس سے مشابہت رکھتی ہے۔

۲- دوسرا گروہ جو جواربی کے معتقدین کا ہے بالکل یہی باتیں کہتا ہے۔ اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ منہ سے لے کر سینے تک تو اجوف (جس میں خلا پایا جائے) ہے۔ لیکن اس کے سوا جسم کا باقی حصہ مصمت (ٹھوس) ہے۔

۳- ان میں کے تیسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ وہ جسم تو ہے مگر اجسام کی طرح نہیں۔

رویت باری کے بارہ میں ان کے دو گروہ ہیں۔

۱- کچھ لوگ تو معتزلہ کی طرح اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ باری تعالیٰ کو دیکھ لینا ممکن ہے۔

۲- اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان آنکھوں سے حضرت حق کا آخرت میں دیدار ہو سکے گا۔

قرآن مخلوق ہے یا نہیں۔ مرجئہ کے اس مسئلہ میں تین فرقے ہیں۔

۱- ایک فرقے کا کہنا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

۲- دوسرا اس کا قائل ہے کہ مخلوق نہیں۔

۳- تیسرا توقف کو ترجیح دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ہم تو قرآن کو اللہ سبحانہٗ کا کلام مانتے ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے۔

باری تعالیٰ کی ماہیت کے بارہ میں مرجئہ کے دو مدرسہ ہائے فکر ہیں۔

۱- ایک مدرسہ کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ماہیت تو ہے مگر ہم اسے اس دنیا میں نہیں جان پاتے۔ البتہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ہم میں چھٹا حاسہ پیدا کر دے گا جس کے ذریعہ ہم اس کی ماہیت کا ادراک کر سکیں گے۔

۲- دوسرا مدرسہ فکر اس کا منکر ہے اور اس کی نفی کا قائل ہے۔

مسئلہ قدر میں بھی مرجئہ میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

کچھ لوگ تو اس مسئلہ میں معتزلہ کے ہم نوا ہیں (اور معتزلہ کے بارہ میں ہم عنقریب تفصیلات بیان کریں گے) اور کچھ لوگ اثبات قدر کے قائل ہیں۔ اس کی وضاحت بھی ہم اس مرحلہ میں کریں گے جب سلسلۂ کلام الحسین بن نجار کے تصوّر قدر تک پہنچے گا۔

مسئلۂ صفات میں بھی یہ اختلاف رائے کارفرما ہیں۔

چنانچہ بعض تو معتزلہ کی طرف مائل ہیں۔ اور بعض "عبداللہ بن کلاب" کے حامی ہیں۔ عبداللہ بن کلاب کلاب کا کیا مسلک تھا؟ اس کی تشریح ہم عبداللہ بن کلاب کے سلسلہ میں عنقریب کرنے والے ہیں۔

کلام لطیف کیا ہے اور کلام غامض کس کو کہتے ہیں، اس بارہ میں مرجئہ میں جو اختلاف رائے کارفرما ہے۔ ہم اس کی بھی عنقریب مناسب موقع پر انشاء اللہ وضاحت کریں گے۔

مرجئہ کے اختلافات کا قصہ ختم ہوا۔